www.rahimia.org

بانی : حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد رائے پوری** قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ : حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد رائے پوری** جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

ستمبر 2024ء / صفر المظفرّ، ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ • جلد نمبر 16، شمارہ نمبر 9 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- رسالتِ نبوی ﷺ کی حقانیت پر مبنی بعثت
- بعثتِ نبوی ﷺ اور حُسنِ خُلق
- حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط اُموی قرشی رضی اللہ عنہ
- پاکستان کی داغ داغ سیاست
- خُلقِ عدالت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات
- عباسی خلافت کے دسویں خلیفہ؛ متوکل علی اللہ
- زرعی انقلاب یا۔۔
- بنگلا دیشی بحران
- انسانی معاشروں کے دو علوم؛ علم الاخلاق و علم الارتفاقات
- دینی نظام قائم کرنے کی نبوی حکمتِ عملی
- نظام کی تشکیل میں خلفائے راشدینؓ کی حکمتِ عملی
- اس دور کے ولی اللّٰہی مجددین کی اختیار کردہ حکمتِ عملی
- حضرت مولانا فضلِ ربی پشاوریؒ
- سہ روزہ قومی کتب میلہ، فریئر ہال، کراچی
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا:

’’ایک صاحب کو (میں نے) کہا کہ اپنا (رقبے کا) کام دیکھا کرو تو انھوں نے کہا کہ: ’’جی نہیں لگتا‘‘، (سوچنے کی بات یہ ہے کہ) بھلا جب (زمین کی دیکھ بھال میں) جی نہ لگے گا تو (کیا) جائیداد (باقی) رہے گی؟ (اس) کفرانِ نعمت پر خدا تعالیٰ ان کو (یہ نعمت) کیسے دے گا؟ (وہ تو) اللہ تعالیٰ ان کو دے گا، جو اس کا کفران (ناشکری) نہیں کریں گے اور (اپنے) کام میں جی لگائیں گے۔

حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ ’’خدا تعالیٰ نے جہاں سے رزق کا دوازہ کھول رکھا ہے، اسے خود نہ چھوڑو۔ وہ اسے بند کرے گا تو کوئی اَور دروازہ کھولے گا‘‘ (مسند احمد، حدیث: 26092)۔ ہاں! کفرانِ نعمت کریں گے تو اس کا علاج نہیں‘‘۔

(یکم ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ 27 اکتوبر 1946ء، بروز: اتوار۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 183، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

رسالتِ نبوی ﷺ کی حقانیت پر مبنی بعثت

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 116-117) میں یہود و نصاریٰ کے اہلِ علم لوگوں کے غلط عقیدے کا ردّ تھا کہ وہ اپنے انبیا علیہم السلام کو ''بدیع'' (نئے طریقے سے پیدا ہونے کی وجہ سے) اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے، حال آں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو بدیع طریقے سے ہی پیدا کیا ہے۔ وہ جو قضا اور فیصلہ جاری کرتا ہے، اس کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ اسی قضا کے تحت اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔

ان آیات (2-البقرہ: 118-119) میں بت پرست لوگوں اور اہلِ کتاب میں سے جاہلوں کی بے سروپا باتوں اور مطالبات کا ردّ کیا جا رہا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کو ایسے لوگوں کو نظر انداز کرنے اور اپنی بعثت کے اصل مقاصد کو پیشِ نظر رکھنے کا کہا جا رہا ہے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے: کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ؟ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیت؟): علم سے ناآشنا جاہل لوگوں کے یہ دو مطالبے کہ ایک انسان کو رسول بنانے کے بجائے براہِ راست اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ گفتگو کیوں نہیں کرتا؟ یا رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کے لیے ہمارے پاس کوئی عجیب و غریب نشانی کیوں نہیں بھیجتا؟ یہ دونوں مطالبات سراسر غلط ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کیا اُن کے اندر یہ استعداد اور صلاحیت ہے کہ وہ براہِ راست اللہ تبارک و تعالیٰ سے مکالمہ کر سکتے ہیں؟ یا انسان میں یہ استعداد ہے کہ وہ تجلی کی صورت میں نازل ہونے والی کسی نشانی کو برداشت کر سکے؟ کائنات کے عالمگیر نظام کا علم نہ رکھنے والے جاہل لوگ اس طرح کے مطالبے کرتے ہیں، کائنات کا حقیقی طور پر مطالعہ رکھنے والے اہلِ علم اس طرح کی بات نہیں کر سکتے۔ ایسی گفتگو سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ علم و شعور کے ساتھ اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ (اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو اِن سے پہلے تھے اِنھیں کی سی بات، ایک سے ہیں دل ان کے): ایسی جہالت کی باتیں ان سے پہلے بھی گزشتہ قوموں کے لوگ کر چکے ہیں۔ انھوں نے بھی اسی طرح کے مطالبات اپنے دور کے انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سے روگردانی کر کے کیے ہیں۔ ایسی جاہلانہ باتیں کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ علم سے دوری اور جہالت میں ان سب لوگوں کے دل ایک دوسرے سے پوری مشابہت رکھتے ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (بے شک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں): جہاں تک یہ جاہل لوگ نشانی مانگتے ہیں تو ہم نے نبی اکرم ﷺ کے برحق ہونے کی واضح نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ اور وہ قوم جو ذہنی اور قلبی عقل و شعور کے ساتھ یقینی علم تک رسائی حاصل کرنے کی استعداد اور صلاحیت رکھتی ہے، انھوں نے ان نشانیوں کو مانتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کو برحق تسلیم کر لیا ہے۔ وہ ایمان و یقین کی دولت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اور جو لوگ اس کے باوجود ضد اور عناد پر اَڑے ہوئے ہیں، اُن کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ (بے شک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا): سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ''دینِ حق'' پر مبنی فکر و عمل اور ''بشیر'' (خوش خبری سنانے والا) اور ''نذیر'' (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔ کسی قوم کی ترقی کے پروگرام کی حقانیت کی سب سے بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ دینِ حق کی اَساس پر صحیح فکر و عمل کے ساتھ اپنی سوسائٹی اُستوار کرتے ہیں، لوگوں کو اللہ کے ساتھ صدقِ دل سے جوڑتے ہیں، انسانی معاشروں کے اجتماعی مسائل حل کرتے ہیں، انھیں امن و عدل اور خوش حالی فراہم کرتے ہیں، ان کے لیے اللہ کے پیغمبر دنیا اور آخرت میں کامیابی کی بشارت سنانے والے ہیں، یعنی ''بشیر'' ہیں۔

جس قوم میں بد دینی کی اَساس پر غلط فکر و عمل رواج پذیر ہو جائے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ واحد کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، اس کے بھیجے ہوئے سچے نبی کو ماننے کے بجائے اُن کی رسالت کا انکار کیا جائے، سوسائٹی میں اجتماعی مفاد کے بجائے انفرادی مفاد کے اَسیر لوگ حکمران بن جائیں، امن کے بجائے خوف، عدل کے بجائے ظلم اور معاشی خوش حالی کے بجائے بھوک و افلاس اور مسکنت طاری ہو جائے تو ایسے ظالم حکمرانوں اور قوموں کے لیے اللہ کے پیغمبر کی بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرائے، دنیا کی ذلت اور رُسوائی اور آخرت کی تباہی سے آگاہ کرے۔ حقانیت پر مبنی ''دینِ حق'' لے کر اور ''بشیر'' و ''نذیر'' بن کر آنے والے نبی کی ان نشانیوں سے بڑھ کر اور کیا نشانی ہوگی۔ عجائبات و غرائبات کی صورت میں نشانی مانگنا جہالت کی علامت ہے۔ انسانی اجتماعیت اور سوسائٹی سے متعلق علم و شعور رکھنے والے ایسی نشانیوں کا مطالبہ نہیں کرتے، بلکہ پورے یقین کے ساتھ فلاحِ انسانیت کا کام کرتے ہیں۔

وَ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی): جو یہود و نصاریٰ اور جاہل لوگ آپ ﷺ سے دشمنی، عناد اور جہالت کی وجہ سے آپ ﷺ کی دعوت قبول نہیں کر رہے، آپ ﷺ سے ان کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے مسلمان ان سے بحث مباحثے میں نہ پڑیں۔ ایسے لوگ جہنم کے سخت عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ وہ دنیا میں بھی سزایاب ہوں گے اور آخرت میں بھی دوزخ کے سخت عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ایسے معاند لوگوں کو تکلف کے ساتھ دینِ حق کی دعوت دینے اور اپنی توانائیاں اس سلسلے میں خرچ کرنے سے بسا اوقات ان کی خرابیوں کی ظلمتیں اور خرابیاں عام مسلمانوں میں سرایت کر سکتی ہیں اور یہودیوں کے جھوٹے سچے دعوؤں سے عام مسلمان متأثر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کو معاندین کو دعوت دینے سے روک دیا گیا۔ اس کا مزید ایک سبب اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ دشمنی کی ایسی حد پر جا چکے ہیں کہ وہ اپنے غلط فکر و نظریے کو قبول کیے بغیر آپ ﷺ سے راضی نہیں ہوں گے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

بعثتِ نبوی ﷺ اور حسنِ خُلق

عَنْ مَالِکٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:
"بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ". (المُوَطَّأ، حدیث: 1628)

(امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اچھے اَخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے"۔)

نبی اکرم ﷺ کے مقاصدِ نبوت میں سے ایک اہم مقصد؛ اَخلاق کی خوبی کو واضح کرنا تھا۔ اَخلاق "خُلق" کی جمع ہے۔ خُلق انسان کا وہ ملکہ ہے، جو مسلسل اچھے یا بُرے اعمال کرنے کے نتیجے میں انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ اچھے اعمال کے نتیجے میں اچھے اَخلاق اور بُرے اعمال کے نتیجے میں بُرے اَخلاق۔ اَخلاقِ حسنہ (اچھے اَخلاق) اور اَخلاقِ رذیلہ (بُرے اَخلاق) کی تقسیم اسی بنا پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اوّلین ذمہ داری کل انسانیت کی تربیت تھی۔ اس تناظر میں حضور ﷺ نے عربوں کے لیے خصوصیت سے اور بالعموم تمام انسانیت کے لیے یہ بات کی ہے۔ عرب خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار کہتے تھے۔ اس نسبت سے بعض ابراہیمی اَخلاق ان میں رائج تھے، مثلاً مہمان نوازی، عہد کی پاسداری اور جرأت و بہادری وغیرہ، لیکن ان میں کچھ اَخلاق غلط بھی رواج پا گئے تھے۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: مجھے اَخلاق کی خوبی کو ٹھیک کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ انسانی اوصاف میں ممتاز تھے۔ آپؐ کا مزاج مبارک اپنی مثال آپ تھا۔ اسی وجہ سے آپؐ کے بارے میں کہا گیا: "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (آپؐ اَخلاق کے اونچے مقام پر فائز ہیں)۔ آپؐ کے اَخلاق اور رویے مخلوقِ خدا کے لیے باعثِ اطمینان، ان کی آسانی، راحت، عزت اور ترقی کا باعث بنتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ عمومی اَخلاق میں تو منفرد تھے ہی، مگر دوسروں کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے اپنے مخاطب کی نفسیات اور مقام و مرتبے کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کسی کے لیے بھی عموماً اور بالخصوص صاحبِ منصب آدمی کے بارے کوئی ایسا جملہ نہیں بولتے تھے، جس سے وہ اپنی بے عزتی اور ذلت محسوس کرے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سماجی اور خاندانی مناصب و مراتب کا خیال رکھتے تھے۔ اس لیے ایک موقع پر فرمایا: "انزلوا النّاس منازلهم" (رواہ ابوداؤد) کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مقام اور مرتبے کے مطابق سلوک کرو۔ اس حسنِ خلق کی وجہ سے ہر صحابیؓ اس بات کا شدت سے احساس رکھتا تھا کہ حضور ﷺ اس کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ یہ اُمور انسان کے اَخلاق کو بھی سنوارتے ہیں اور لوگوں میں معتبر بھی کرتے ہیں۔ کسی انسان کی عزت کا لحاظ کرنا یا مایوس انسان کو حوصلہ دینا بہت بڑا خُلق ہے اور یہ حضور ﷺ کا نمایاں وصف تھا۔ اسی پس منظر میں آپؐ نے سماجی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط اُموی قرشی رضی اللہ عنہٗ

حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط اُموی قرشی رضی اللہ عنہٗ حضرت عثمان بن عفانؓ کے اَخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں، حضور اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں، گویا ان کے بھانجے ہیں۔ حضرت ولیدؓ نے نوجوانی میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور عظیم ماحول میں تربیت و ترقی حاصل کی۔ آپؓ قریش میں کریم النفس، ظریف الطبع حلیم، بہادر، ادیب اور پسندیدہ شعرا میں شمار ہوتے تھے۔ اپنی ذاتی و طبعی لیاقت پر کئی اوصاف کے مالک تھے۔ آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں اہم ذمہ دار اور معتمد لوگوں میں سے ایک تھے۔

حضرت ولیدؓ نے عہدِ صدیقی میں ۱۲ھ (633ء) میں ہونے والے "معرکہ مذار" میں جنگی حالات کے متعلق خفیہ خطوط پہنچانے کی ذمہ داری نبھائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ایک لشکر کے قائد عیاض کی مدد کے لیے آپؓ کو بھیجا۔ ۱۳ھ میں بنوقضاعہ کے صدقات کی وصولی پر مامور ہوئے۔ بہ حیثیت کمانڈر مشرقی اُردن کی طرف گئے۔

پھر دورِ فاروقی میں ۱۵ھ میں بلادِ بنوتغلب اور جزیرۃ العرب کے امیر مقرر ہوئے۔ اپنی امارت کے دور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس علاقے میں جہادی اور دعوتی سرگرمیوں کے ذریعے یہاں کی اقوام سے مکالمے کا حکیمانہ طریقہ اختیار کر کے انھیں قبولِ اسلام پر آمادہ کر لیا۔ عہدِ عثمانی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ولایتِ کوفہ سے معزول کر کے حضرت ولیدؓ کو آپؓ کی تابناک ماضی اور عسکری و انتظامی صلاحیتوں اور خدمات کی وجہ سے کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ آپؓ ہر دل عزیز، نرمی برتنے والے گورنر تھے۔ گورنری کا 5 سالہ دور گزارا اور کبھی ان کے دروازے پر دربان مقرر نہیں ہوا۔ ہر کسی کو بلا روک ٹوک اندر آنے کی اجازت تھی۔ آپؓ کی معزولی پر لونڈیوں نے ماتم کیا کہ ولیدؓ لونڈیوں، غلاموں میں بھی اَموال تقسیم کرتے تھے۔ دورِ عثمانی کی فتوحات میں آپؓ کا اہم کردار رہا۔

آذربائیجان اور "رے" کے علاقے حضرت ولیدؓ نے دوبارہ فتح کیے اور یہ کوفہ کے زیرِ انتظام رہے۔ امام شعبیؒ کے سامنے کسی نے مَسلمَہ بن عبدالملک کی جنگی کامیابیوں کا ذکر کیا تو امام شعبیؒ نے کہا: کاش تم ولیدؓ کی امارت اور غزوات دیکھ لیتے۔ وہ جب تک گورنر رہے نہایت کامیابی سے جہاد کرتے رہے۔ وہ کبھی کمزور نہ پڑے اور نہ کسی نے ان کے خلاف بغاوت کی جرأت کی۔ آپؓ پر کوفہ کی سازشی قوت نے شراب پینے کا جھوٹا الزام لگایا اور اس پر آپؓ کے خلاف جھوٹی گواہی دی، جس پر آپؓ کو شراب کی حد لگائی گئی اور معزول کر دیا گیا، جب کہ آپؓ نے قسم اُٹھا کر انکار کیا اور اصل صورتِ حال سے آگاہ بھی کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "ہم حدود اللہ کا نفاذ کریں گے اور جھوٹی گواہی دینے والا اپنے جرم کی پاداش میں جہنم میں جائے گا، لہٰذا میرے بھائی صبر کرو!"۔ حضرت ولیدؓ نے شہادتِ عثمانؓ کے بعد جزیرے کے علاقے رقہ میں اپنی زرعی زمین پر زندگی بسر کی جو کہ دورِ فاروقی میں فتح ہوئی تھی۔ ۶۱ھ میں اسی جگہ آپؓ نے وفات پائی۔ (اسد الغابہ، طبری، الاصابہ)

www.rahimia.org

پاکستان کی داغ داغ سیاست

77 سال قبل جب پاکستان کی ریاست وجود میں آئی تو تقسیم کی لکیر کے اس پار سے جوق در جوق لوگ اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈنے یہاں پہنچے، لیکن گزشتہ ستتر سالہ حوادث و واقعات نے ان کی آنکھیں کھول دیں کہ یہ پاکستان ان کے خوابوں کی ہرگز تعبیر نہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے آج تک جو قوتیں نظام پر مسلط ہیں، وہ مسلسل آج بھی اسلامی نظام، جمہوریت، روٹی کپڑا، مکان اور انصاف کے خواب قوم کو بیچتی رہتی ہیں، لیکن قومی زندگی کے پے درپے واقعات اب اس فریب کا پردہ چاک کر چکے ہیں، لیکن یہاں کی ''سیاسی قوتیں'' اور ان کے نمائندے اب بھی اپنے ڈگر سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ قوم کو اس فریب خوردگی کے نت نئے حربوں کا پے درپے شکار رکھنا چاہتی ہیں، جس میں آج تک قوم مبتلا ہے۔

اگر ہم گہرے شعور سے اس بات کا جائزہ لینا چاہیں کہ یہاں موجود سیاسی گروہوں کا نظریہ، اساسِ فکر اور منتہائے مقصود کیا ہے؟ جس پر وہ اس ملک کی ترقی کی دیوار چننا چاہتے ہیں تو ہمیں آسمانِ سیاست کا مطلع ابر سیاہ سے آلودہ نظر آتا ہے، کیوں کہ یہاں موجود جملہ قوتوں کا آخری مقصد' اقتدار کے ذریعے ذاتی مفادات اور مالی منفعت کے سوا کچھ نہیں اور ان کی اس خواہش نے میدانِ سیاست اور منظرِ ریاست کو اتنا گدلا کر دیا ہے کہ کوئی سمجھ دار انسان اس میدان میں قدم رکھنے کو گناہِ کبیرہ سے کم تصور نہیں کرتا۔

سیاست و حکمرانی کی اس رَوِش نے ملک کے پورے نظام کو تہ و بالا اور تمام قومی اداروں کے مزاجوں کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہماری سیاسی اشرافیا بدعہدی، وعدہ شکنی، کرپشن، قانون شکنی اور فریقانہ جانب داری کا ''ارذلی'' نمونہ بن چکی ہے۔ یہاں کسی نظریے کی سچائی کے بجائے قوت و استبداد کی اَساس پر فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر کسی آئینی ادارے کا فیصلہ پسند نہ آئے یا اس پر عمل درآمد میں فریقانہ پاسداری متأثر ہوتی ہو تو اپنے من پسند عزائم کے تحت وجود میں لائی گئی پارلیمنٹ سے اس فیصلے کے محرک قانون ہی کو بدل دیا جاتا ہے اور اس کو مؤثر بہ ماضی قرار دے کر دنیائے قانون کو حیرت زدہ کر دیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری موجودہ سیاست کے بگاڑ کی بنیاد 1947ء ہی میں رکھی گئی تھی جس نے اس وقت کی استعماری اسٹیبلشمنٹ کی شہہ پر موجود سیاست پر قابض خاندانوں کے آباؤ اجداد اور سیاسی مدر پارٹی نے قومی سیاست کے چہرے کو داغ دار کیا تھا، جس کی پرچھائیاں آج کے سیاسی چہرے پر مزید نمایاں ہیں۔ گویا منافقت، بے اصولی اور قول و فعل کا تضاد اور عہد و پیماں سے گریز کی رَوِش اسی دور کی پیداوار ہے۔ اس دور ہی میں ہماری سیاسی شطرنج کا ایک ایسا چوکھٹا تیار کر لیا گیا تھا کہ جو اس کے اندر سما جائے اسے نظام قبول کر لیتا ہے اور جو نا مناسب بیٹھے اسے فنا کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔ آج تک ہماری سیاست میں یہی طریقہ رائج ہے، جس کی پاسداری پاکستانی سیاست کے سبھی فریق کر رہے ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی کھڑے ہوں، اسی استعماری سیاست کے چوکھٹے کے کونے کھدرے ہیں، اس سے باہر کوئی نہیں۔

چناں چہ وطنِ عزیز پاکستان کے قیام پر پون صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے، مگر اس ملک کے ناگفتہ بہ اجتماعی حالات اسی استعماری سیاست کے چوکھٹے میں موجود کرداروں — سیاسی و مذہبی قیادتیں اور سول و ملٹری بیوروکریسی — کی کارستانیوں کا منہ بولتا نمونہ ہیں، جن کے ہاں صالح قومی فکر اور سیاسی بصیرت کا ہمیشہ فقدان رہا ہے، جس کی وجہ سے ہماری قومی سیاست ہمیشہ وقتی جذبات و ہیجانات کی اسیر رہی، جس میں نتائج و عواقب پر نظر رکھنے کے بجائے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور انتقامی کارروائیوں نے قوم کو بے نتیجہ سیاست کی بادیہ پیمائی کے سوا کچھ نہیں دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک کا صحت منداجتماعی سیاسی کلچر نئے عہد کے سیاسی تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ آج ہمارے گرد و پیش دنیا کی قومیں آزادی کا ایک دور گزارنے کے بعد اپنے نئے سیاسی تقاضوں سے نمٹنے کے لیے اپنی نئی سیاسی نسل کی تربیت کر چکی ہیں، لیکن جہاں سامراجی نظام کے شکنجے کو اسی قوم کی پُرانی سیاسی قیادت رنگ و روغن فراہم کرے، وہاں اسی پُرانے سیاسی ڈھانچے کے مطابق ذہنی، اَخلاقی اور سیاسی سانچہ تیار ہوتا ہے، جس میں مستقبل کی آلۂ کار سیاسی لیڈرشپ پُرانے گملوں میں سینچی جاتی ہے۔ اس ملک کی ابتدائی سیاسی قیادت نے اپنے سانچے سے تیار شدہ سیاست کے جاگیرداروں اور مارشل لاؤں کے ذریعے زرداروں اور شریفوں کو جنم دیا۔ اگر کوئی بڑی تبدیلی نہ آئی تو خدانخواستہ قوم ان کی ''سیاست'' کی تباہ کن قیمت چکائے گی۔ موجودہ نظام اپنے مخصوص سانچے میں ڈھلے سِکّے ہی بازارِ سیاست میں چلاتا ہے، اپنے ٹیکسال میں ڈھلے پُرزوں کو اقتدار کے لیے خود ساختہ سیڑھیاں فراہم کرتا ہے اور قومی حقیقی سیاسی سوچ پر پہرے بٹھا دینے کو قانون کی بالادستی قرار دیتا ہے۔ ہمارے سیاسی تاریخی تسلسل کا یہی نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

آج ہماری نئی نسل کو اس پر یکسو ہونا ہوگا کہ وہ اس سیاسی ڈھانچے سے باہر رہتے ہوئے اپنے آزاد قومی سوچ کے پودے کو تن آور درخت بنانے پر کمربستہ ہو، کیوں کہ آج حقیقی آزادی سے ہم کنار قوموں نے اسی راستے سے گزر کر ہی اپنی حقیقی آزادی کے تن آور درختوں سے قومی باغ لگائے ہیں۔ پھر انھیں اپنے خون پسینے سے سینچ کر باغات کے عظیم سلسلے میں بدل کر ترقی کی شاہراہ آراستہ کر چکے ہیں اور آزاد اقوام آج اس کے سائے میں آسودگی کے ساتھ آگے بڑھتی جا رہی ہیں۔ اسی تجربے میں ہی ہماری قومی ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

خُلقِ عدالت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجۃُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے خُلقِ عدالت کے بنیادی مقامات بیان فرمائے ہیں، اس کے اہم ابواب کی یاد دہانی کرائی ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحمت اور شفقت کی خوبیاں بیان کی ہیں اور اس کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ نے خُلقِ عدالت کی یہ اقسام بیان کی ہیں:

☆ خاندان اور گھر کے افراد میں باہمی پیار و محبت اور اتحاد و اتفاق کا ہونا۔

☆ محلے والوں کے ساتھ اچھی معاشرت اور بہتر زندگی بسر کرنا۔

☆ قوم اور ملک میں شامل تمام افراد کے ساتھ اچھی اجتماعیت قائم کرنا۔

☆ ملتِ حنیفیہ کے بڑے بڑے بزرگوں اور رہنماؤں کی عزت و احترام کو فروغ دینا۔

☆ ان تمام درجات میں ہر ایک کو اپنے مقام پر رکھ کر ان کے حقوق ادا کرنا۔

خُلقِ عدالت سے متعلق ان تمام اُمور کے بارے میں چند ارشاداتِ نبویؐ بہ طور نمونہ کے ہم بیان کرتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے ارشادات درجِ ذیل ہیں:

(1) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ظلم سے بچو، اس لیے کہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے''۔ (مسلم:6576)

(2) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر تمھارا (ایک دوسرے کا) خون بہانا اور اُن کا مال لوٹنا حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ آج اس دن (دسویں ذی الحج) کی حرمت اور تمھارے اس شہر (مکہ) کی حرمت ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث:4403)

(3) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ (صحیح بخاری، حدیث:10)

(4) فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی آدمی ناحق کسی کی کوئی چیز لے لے تو قیامت کے دن اسے اُٹھائے ہوئے اللہ کے سامنے پیش ہوگا۔ میں تم میں سے ہر اُس آدمی کو جانتا ہوں، جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اُونٹ اُٹھائے ہوئے ہوگا، جب کہ وہ اونچی آواز سے بغبغائے گا، یا گائے اُٹھائے ہوئے ہوگا کہ وہ بلند آواز سے رانبھ رہی ہوگی، یا بکری اُٹھائے ہوگا جو ممیا رہی ہوگی''۔ (بخاری:6979)

(5) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایک بالشت بھر کسی دوسرے کی زمین ظلم سے حاصل کی تو اُسے سات زمینوں تک اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا''۔ (بخاری:2453) اس حدیث کی حقیقت اور راز کتاب الزکاۃ میں پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ (شاہ صاحبؒ زمین کا گلے میں طوق بنانے کا راز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ: یہ بات آپ کے علم میں کئی دفعہ لائی جا چکی ہے کہ ہر وہ کام کہ جو کسی قومی اور ملکی مصلحت کو توڑے اور اُس سے عام لوگوں کو تکلیف پہنچے تو ایسے کام پر ملاءِ اعلیٰ کی لعنت مسلط ہوتی ہے۔ اُس عمل کی صورت کے مطابق ہی عذاب دیا جاتا ہے یا اُس کے قریب تر صورت میں عذاب دیا جاتا ہے''۔ حجۃ اللہ، باب المظالم)

(6) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن، مؤمن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے۔ وہ ایک دوسرے کو مضبوط بناتے ہیں''۔ (متفق علیہ، صحیح بخاری، حدیث:2446)

(7) آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی ایک دوسرے سے محبت، ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی اور ایک دوسرے کی طرف التفات و تعاون کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو باقی سارا جسم شب بیداری اور بخار کے ذریعے سے (سب اعضا کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر) اس کا ساتھ دیتا ہے''۔ (مسلم:6586)

(8) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اُس پر رحم نہیں کرتا''۔ (صحیح بخاری، حدیث:5997، وصحیح الادب المفرد للبخاری، ص:285)

(9) فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے عیب چھپائے گا''۔ (بخاری:2442)

(10) رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو آپ ﷺ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: ''تم (ابھی اس کی) شفاعت کرو، تمھیں بھی اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی فیصلہ جاری کرائے گا جو اس کو پسند ہوگا''۔ (متفق علیہ، صحیح مسلم، حدیث:6691)

(11) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم دو (آدمیوں) کے درمیان عدل کرو، (یہ) صدقہ ہے۔ اور تمھارا کسی آدمی کی، اس کے جانور کے متعلق مدد کرنا کہ اسے اس پر سوار کرا دو یا اس کی خاطر سواری پر اس کا سامان اُٹھا کر رکھو، (یہ بھی) صدقہ ہے''۔ فرمایا: ''اچھی بات صدقہ ہے اور ہر قدم جس سے تم مسجد کی طرف چلتے ہو، صدقہ ہے اور تم راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو (یہ بھی) صدقہ ہے''۔ (مسلم:2335)

(12) کمزور اور ضعیف مہاجرین کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تُو نے انھیں غضب ناک کیا تو تُو نے اپنے ربّ کو غضب ناک کیا''۔ (حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت کی کہ حضرت ابوسفیانؓ چند اَور لوگوں کی موجودگی میں حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ کے پاس سے گزرے تو انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ تک نہیں پہنچیں''۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ''تم لوگ قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق یہ کہتے ہو''۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! شاید تم نے ان کو ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا ہے تو اپنے ربّ کو ناراض کر دیا ہے''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا: ''میرے بھائیو! کیا میں نے تم کو ناراض کر دیا؟'' انھوں نے کہا: نہیں بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے''۔ صحیح مسلم، حدیث:6412)

(أبواب الإحسان، باب: 3، بقیّۃُ مَباحث الإحسان، ج: 2، ص: 231 تا 232)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عباسی خلافت کے دسویں خلیفہ؛ متوکل علی اللہ

ابوالفضل جعفر بن معتصم متوکل علی اللہ خلافتِ بنوعباس کے دسویں خلیفہ تھے۔ وہ 847ء سے 861ء تک چودہ برس برسرِ اقتدار رہے۔ آپ کے زمانۂ اقتدار میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں، فتنوں نے سر اُٹھایا، لیکن آپ نے نہایت حکمت و دانش سے ان بغاوتوں اور فتنوں کا قلع قمع کیا۔ خصوصاً رومیوں نے جب اسلامی شہروں پر حملے کیے، بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے، تو خلیفہ متوکل نے اسلامی لشکر کو منظّم کیا اور رُومیوں پر وہ تابڑتوڑ حملے کیے، ان کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کرلیا اور ان کو معاہدات توڑنے کی وہ سزا دی کہ وہ الامان الامان پکارنے لگے اور اپنی غلطیوں کی معافی چاہی۔ اس پر امیرِ لشکرؒ خلیفۂ عباسی کی اجازت سے واپس ہوئے۔

بعض مؤرّخین نے غیرمحتاط انداز اختیار کرتے ہوئے آپ کے بارے میں بعض نامناسب باتیں بھی لکھی ہیں، لیکن اکثر مؤرّخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بہت نیک صالح تھے، بدعات کو مٹانے والے اور سنت کو زندہ کرنے والے تھے۔ قبروں پر جو بدعات ورسومات کی جاتی تھیں، ان کو ختم کیا۔ خصوصاً حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ کے مزارِ اقدس پر جو شرکیہ رُسوم ہوتی تھیں، ان کو موقوف کرایا۔ اسی وجہ سے بعض ایسے نام نہاد عقیدت مند آپ کے مخالف ہوگئے۔ مؤرّخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اہلِ علم و دانش کے بہت قدردان تھے۔ وقتاً فوقتاً ان کو انعام و اکرام سے نوازتے۔ انھوں نے اس دور کے محدثین کرام کو دارالخلافہ سامرہ میں بلایا۔ ان سے نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ اور یہ بھی حکم جاری کیا کہ محدثین کرام مساجد میں آزادانہ احادیث کا درس دیں۔ صفاتِ باری تعالیٰ اور رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں احادیث بیان کریں، جب کہ اس سے پہلے ان موضوعات کو بیان کرنے پر پابندی تھی۔ متوکل کے اس طرزِ عمل سے مسلمان' خلیفہ سے نہایت خوش ہوئے۔ حضرت ذوالنون مصری کا واقعہ مشہور ہے۔ وہ بہت بڑے صوفی بزرگ تھے۔ امام مالکؒ کے ایک شاگرد عبداللہ بن عبدالحکیمؒ نے ان پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگایا تو حاکم مصر نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو اپنے ہاں بلایا۔ ان کے عقائد دریافت کیے تو حاکم مصر مطمئن ہوگیا اور متوکل کو ان کا حال لکھ بھیجا۔ متوکل نے ان کو دارالخلافہ سامرہ میں بلایا۔ وہ تشریف لائے، ان سے گفتگو ہوئی۔ مزید احوال معلوم ہوئے تو متوکل بہت خوش ہوا اور ان کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔

متوکل نے اپنے تین بیٹوں کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا: (1) محمد جن کا لقب ''منتصر باللہ'' تھا، (2) دوسرے طلحہ جن کا لقب ''معتز باللہ'' تھا، (3) اور تیسرے ابراہیم جن کا لقب ''معتمد علی اللہ'' تھا۔ منتصر ولی عہد اوّل تھا، لیکن اس کے اعتزال کی طرف میلان کی وجہ سے متوکل نے ارادہ کیا کہ منتصر کے بجائے معتز کو ولی عہد اوّل بنادیں۔

(بقیہ: صفحہ 12 پر)

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

زرعی انقلاب یا...

موجودہ سیٹ اپ کو اب دو سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ آغاز میں چند ایسے اقدامات کا اعلان کیا گیا جن کو پاکستان کے لیے گیم چینجر قرار دیا گیا۔ ان میں ایک سب سے اہم زرعی انقلاب بذریعہ کارپوریٹ فارمنگ تھا۔ اس سکیم کے تحت ملٹی نیشنل کمپنیوں اور بالخصوص مشرقِ وسطیٰ کی ریاستوں کی غذائی ضروریات کو ہدف بنایا گیا۔ زمین اور پانی حکومتِ پاکستان کی جانب سے فراہم کرنے کے ان منصوبوں میں توقع کی جارہی تھی کہ اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری آئے گی اور ملکی پیداوار دوچند ہو جائے گی، لیکن ان دو سالوں میں یہ معاملات وعدوں اور ارادوں سے آگے نہ بڑھ پائے۔ پاکستان کا 28 فی صد رقبہ زرعی پیداوار میں استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کا تین چوتھائی ہی کاشت کاری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ باقی ایک چوتھائی سے فائدہ اٹھانے کے لیے پنجاب میں موجود تھل ریگستان میں سات لاکھ ایکڑ زمین کو کاشت کاری کے لیے تیار کرنے کے منصوبے پر کام کا آغاز کیا جاچکا ہے۔ یہ منصوبہ بھی پہلے سے موجود گریٹر تھل کینال منصوبے کا ایک حصہ ہے، جسے نئی تختی لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ہم ان دو سالوں میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں دکھا سکتے جو زمین پر موجود ہو اور نتائج دے رہا ہو۔ کہا گیا کہ: زمین کی معلومات کے لیے ویب سائٹ لانچ کردی گئی ہے اور اس کے ذریعے زمینیں کارپوریٹ فارمنگ کے لیے دی جائیں گی اور اس سلسلے میں سات بیرونی اور 85 مقامی کمپنیوں نے چھ لاکھ ایکڑ رقبے پر کام شروع کردیا ہے، لیکن کہاں؟ یہ نہیں بتایا گیا۔ تاحال حکومت کی ویب سائٹس بھی اس کامیابی پر خاموش ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ عرب امارات اور کویت کے تعاون سے ساحلی پٹی پر موجود منگرو جنگلات کی بحالی پر کام پر بات ہو رہی ہے، لیکن تفصیلات ندارد! اور کہا گیا ہے کہ قومی سِیڈ پالیسی وضع کی جارہی ہے اور اس کے بنیادی نکات کیا ہوں گے؟ نہیں معلوم۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت زرعی شاپنگ مال بنالیے گئے ہیں، مگر کہاں؟ پتہ نہیں! اور مویشیوں کی افزائش کے لیے برازیل سے سُپر نسل کے جانور منگوا لیے گئے ہیں، جو پاکستان میں گوشت اور دودھ کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کردیں گے، لیکن کب تک؟! ان شاء اللہ جلد ہی دعا کریں۔

اسی اثنا میں خبر آتی ہے کہ پاکستان کی زرعی اجناس کی برآمدات میں اضافہ ہوا ہے اور یہ اب کل برآمدات کا اٹھائیس فی صد ہے جو کہ ایک ریکارڈ ہے تو کہا جارہا ہے کہ: یہ بھی ہم نے کیا ہے۔ گویا ہر کسان کے گھر جا کر پیداوار میں اضافے کے حوالے سے اُکسایا گیا ہو۔ حال آں کہ برآمدات اس سال بھی 2021ء کی سطح پر نہیں آئیں اور زرعی برآمدات بھی اُس سال سے کم سطح پر ہیں، لیکن فی صد میں جواب بہتر آیا تو خبر بنالی۔ دوسرا یہ کہ ہمارا چاول اس سال کے آخر میں خوب بکا ہے۔ شاید بنگلا دیش کے اندرونی حالات وجہ بنے، لیکن کہا گیا کہ یہ بھی ہماری حکومت نے کیا ہے۔

(بقیہ: صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

بنگلا دیشی بحران

ایشیا دنیا میں طاقت کے توازن کا مرکز بن رہا ہے۔ یورپی اقوام غلبے کے حصول کی خاطر ایشیا کے مختلف مقامات میں سلیپر سیلز پیدا کرنے میں ابھی تک مصروف دکھائی دیتی ہیں۔ ایشیا بحرالکاہل کی طاقتیں اپنے خطے کو بیرونی حملہ آوروں اور ان کی آماج گاہوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی حتی المقدور سعی اور جدوجہد کے دوران پیش آنے والی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ایسے مراکز جو ابھی تک اپنے مغربی آقاؤں کے زیرِ تسلط ہونے کے باعث سابقہ رَوِش پر قائم ہیں، یہ گروہ شاید تاریخ کے سبق سے ناآشنا ہیں۔ کیوں کہ کل جب مکافاتِ عمل کے باعث یہی اقدامات ان پر لوٹائے جائیں گے، تب وہ اپنی قوم کو کیا جواب دیں گے؟! جب تک ان کا مناسب بندوبست اور تدارک نہیں ہوتا، اس وقت تک چھوٹی اور کمزور اقوام پر ننگی تلوار لٹکتی رہے گی۔ اس کے تدارک کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ ان اقدامات کے ٹھوس شواہد فراہم کر کے اقوامِ عالم میں ان کی خوب تشہیر کی جائے اور ایسے آلہ کار ممالک کے کردار کو دنیا میں ان اقدامات کے ساتھ منظرِ عام پر لایا جائے۔ دوسرا یہ کہ ان مراکز کی سرپرست قوتوں کی انتظامی صلاحیتوں کو سلب کر لیا جائے۔

شیخ حسینہ واجد نے 1996ء سے جولائی 2001ء تک اور بعد میں 2009ء سے اگست 2024ء تک بنگلا دیش کی دسویں وزیر اعظم کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ مجموعی طور پر 19 سال سے زائد عرصے تک وزیر اعظم رہنے والی خاتون اچانک 5/ اگست 2024ء کو استعفیٰ دے کر ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

جہاں تک حکومت کے سیاسی اور معاشی اقدامات کا تعلق ہے، بنگلا دیش نے قومی اعتبار سے غیر معمولی معاشی اور سماجی ترقی کی ہے۔ 2005ء میں ملک کے اندر 50 ہزار کلومیٹر پر سڑکیں تھیں، جب کہ 2021ء میں 90 ہزار کلومیٹر تک پہنچ گئیں۔ اس سے پہلے 5 ائیرپورٹ تھے جو بڑھ کر 10 ہوگئے۔ 2005ء میں 50 فی صد لوگوں کو بجلی میسر تھی جو بڑھ کر 90 فی صد تک پہنچ گئی۔ غربت 40 فی صد سے کم ہو کر 25 فی صد پر آ گئی۔ معاشی ترقی میں گارمنٹس کی صنعت کا بہت بڑا حصہ تھا۔ گارمنٹس کی صنعت کے لیے بنگلا دیش دنیا میں سستی لیبر کی منڈی بن گیا تھا۔ یہ ملک کپڑے کی مصنوعات کی برآمد سے سالانہ 46 ارب ڈالر سے زیادہ کماتا ہے۔ تقریباً 4 ہزار فیکٹریاں 40 لاکھ مزدوروں کے ساتھ جن میں زیادہ تر خواتین ہیں، دنیا کے اعلیٰ برانڈ کی گارمنٹس تیار کر کے یورپ اور امریکا کو برآمد کرتی ہیں۔ (ڈی ڈبلیو جرمنی 11/ اگست 2024)

بنگلا دیش جو عالمی سطح پر پُرتشدد احتجاج، خون ریزی، طلبا کا ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل آنا، پھر شیخ حسینہ واجد کی حکومت کا ڈرامائی انداز سے تختہ اُلٹ دینا جیسے واقعات اور سرکاری نوکریوں میں رائج کوٹہ سسٹم کے خلاف طلبا کا احتجاج بالآخر حکومت کے خاتمے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ ایک جریدے کے مطابق ''حسینہ واجد نے اپنی حکومت کے خاتمے کا الزام امریکا پر لگایا ہے۔ سینٹ مارٹن جزیرے پر ائیر بیس بنانے کی اجازت نہ دینا اور برما کے علاقے کو ملا کر نئی عیسائی ریاست بنانے کی سازش کا حصہ بننے سے انکار پر حکومت ختم کروادی گئی''۔ (اے آر وائی 12 اگست 2024)

شیخ حسینہ صاحبہ کا مؤقف کہ ''طلبا تو مظاہرین کا فیس سیونگ (face-saving) ہے، اصل محرک تو دہشت گرد ہیں، جو پیچھے بیٹھ کر ڈوریاں ہلا رہے ہیں''۔ حالات و واقعات اس کے مؤقف کو درست ثابت کر رہے ہیں۔ حساس ایجنسی کا ہوم ورک مکمل تھا۔ اس نے انتظامیہ کے تمام سٹیک ہولڈرز کو ایک پیج پر جمع کیا ہوا تھا۔ ہر ایک کا کردار مقرر تھا۔ حزبِ مخالف کے سیاست دانوں نے بھی اپنے ذمے اپنا کردار خوب نبھایا تھا۔ رہی بات نوبل انعام یافتہ بینکر محمد یونس کی تو وہ بھی گزشتہ سارے عرصے میں مغرب کی آنکھ کا تارا بن کر اُبھرے ہیں۔ پولیس، فوج، سیاست دان، سب کے بڑوں کے اکاؤنٹس کا جائزہ لینا چاہیے کہ کس نے کتنا حصہ وصول کیا ہے۔

اہم سوال یہ ہے کہ کیا حساس ایجنسی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گی؟ حکومت گرانا تو ایجنسی کی پہلی ناکامی ہے، کیوں کہ استعماری طاقتوں کے ڈرانے دھمکانے کے باوجود محترمہ ان کے جال میں نہیں پھنسیں۔ اس نے قومی آزادی کی خاطر اپنی حکومت کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ یہ بات اقوامِ عالم میں طشت از بام ہو چکی ہے۔ حساس ایجنسی کی کامیابی تو یہ تھی کہ اس کے کام کی کسی کو کان و کان بھنک نہ ہوتی، جب کہ آپریشن زبانِ زدِ عام ہو چکا ہے۔ عالمی اخبارات اور میڈیا ہاؤسز ایسی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ خطہ چین کی سیاسی تشکیل کا حصہ ہے۔ چین تائیوان کے مسئلے میں اپنے واضح مؤقف کا عملی اظہار کر چکا ہے۔ اس نے اپنی فوجیں تائیوان کے ساحل پر لگا دی ہیں۔ روس جس برکس (BRICS) پارلیمنٹ کو تشکیل دینے جا رہا ہے، ایسے چھوٹے ممالک سب اسی علاقے میں شمار ہوتے ہیں۔ خطے میں استعماری عمل داری کے نئے مراکز کا قیام آگ کے شعلوں کو ہوا دینے کے مترادف ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے سو سال قبل ستمبر 1924ء میں کہا تھا کہ چھوٹے چھوٹے ممالک جب تک اپنے آپ کو کسی مضبوط اور بڑے طاقت ور بلاک کا حصہ نہیں بنائیں گے، ان کے وجود کو خطرہ لاحق رہے گا، اس لیے ایشیاٹک فیڈریشن بنانا وقت کی ضرورت ہے۔ 12/ اگست 2024ء کو فلسطینی ریاست کے سربراہ محمود عباس ماسکو میں پیوٹن سے مل کر اپنی ریاست کے تحفظ کی درخواست کر رہے ہیں۔ پیوٹن نے یقین دلایا ہے کہ تمھارا علاقہ ہم اسرائیل کو ہڑپ نہیں کرنے دیں گے۔ آج کے حالات مولانا سندھیؒ کے مؤقف کا عملی ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے مفادات کو بھی چین اور روس ہی تحفظ فراہم کرنے کی یقین دہانی کرا رہے ہیں۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

انسانی معاشروں کے دوعلوم؛ علم الاخلاق وعلم الارتفاقات

19 / جنوری 2024ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

’’دینِ اسلام کی تعلیمات میں دو علم بنیادی اہمیت رکھتے ہیں: ایک انسانوں کی تعلیم و تربیت اور تزکیے کا علم، جس کے ذریعے سے انھیں قرآنی تعلیمات سے آگہی ہو، ان تعلیمات کی روشنی میں ان کے دلوں کا تزکیہ اور صفائی ہو، اس تزکیے کے نتیجے میں ان کی ایسی اَخلاقی تربیت ہو، جس کے ذریعے سے اُن کے رویے، ان کے اَخلاق، ان کے اَفکار، ان کے نظریات، سماجی اَقدار اور مجموعی طور پر انسانیت کے حوالے سے ان کا نقطۂ نظر درست ہو جائے۔ ان کے سامنے ایک ایسا بیانیہ آجائے کہ جس کے تحت انسانی معاشروں میں آزادی، حریت، عدل و انصاف، امن و امان اور معاشی خوش حالی کا نظام قائم کرنا ان کی زندگی کا مقصد بن جائے۔ یہ اہم علم ’’علم الاخلاق‘‘ ہے۔

انسانی معاشروں کا دوسرا بنیادی علم وہ ہے جس کے بغیر دنیا کا کوئی معاشرہ آگے نہیں بڑھ سکتا کہ اُن کا خاندانی، قومی اور بین الاقوامی نظام اُن اَقدار اور اَخلاق پر وجود میں آئے، جن کی اَساس پر اُس خطے کے بسنے والے لوگ اپنا عملی نظام قائم کریں۔ اس کی بنیاد پر ایک گھر، ایک تنظیم، ایک انجمن، ایک جماعت، ایک قوم، ایک ملک، ایک ریاست، بلکہ بین الاقوامی اجتماع عملاً قائم ہو، اسے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اصطلاح میں ’’علم الارتفاقات‘‘ کہا گیا ہے کہ رفاقتوں کا وہ عملی نظام، جس کے ذریعے سے اُس سوسائٹی کا سیاسی، معاشی، سماجی اظہار اور اجتماعی تعلقات وجود میں آتے ہیں۔

علم الاخلاق کی اَساس پر علم الارتفاقات کا عملی نظام قائم کرنا غلبۂ دین ہے کہ جس ’’سچائی‘‘ پر ہمیں یقین ہے، اس پر عملاً نظام قائم کر دیا جائے۔ جس ’’عدل‘‘ پر ہمارا ایمان ہے، اس کا عملاً عدل و انصاف کا نظام قائم کر دیا جائے۔ جس ’’پاکیزگی‘‘ پر ہم یقین رکھتے ہیں، وہ پاکیزگی ہمارے گھر میں، ہمارے ملک میں، ہماری قوم میں، ہماری ریاست میں، ہمارے بین الاقوامی معاشرے میں نظر آئے۔ وہ ’’اِخبات الی اللہ‘‘ جس پر اللہ کی طرف رجوع کے حوالے سے ہم زور دیتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں تو اس ایمان کا اظہار، اس کے احکامات کے مطابق ایک باقاعدہ نظام کی صورت میں وجود میں آنا چاہیے۔

دین میں یہ دو علم شروع زمانے سے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو تعلیم بھی دی، ان کے دلوں کا تزکیہ کر کے اعلیٰ اَخلاق بھی سکھائے، تربیت بھی کی، پاکیزگی پیدا کی، رجوع الی اللہ کا وصف پیدا کیا، سماحت اور اس سے متعلق اَخلاق پیدا کیے، عدل و انصاف قائم کرنے کا ملکہ اور اُس کی ٹریننگ دی۔ اور پھر عملاً بھی اُن تمام صحابہ کرامؓ کی پوری اجتماعیت کو ساتھ لے کر مدینہ میں ریاست قائم کی۔ ایک مثالی گھر، مثالی ریاست، مثالی قوم اور ایک مثالی بین الاقوامی سماج آپؐ نے قائم کیا‘‘۔

دینی نظام قائم کرنے کی نبوی حکمتِ عملی

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’علم الاخلاق اور اس کی بنیاد پر علم الارتفاقات کا نظام قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکمتِ عملی سکھائی۔ نبی اکرمؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا: ’’ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں‘‘ (62-الجمعہ: 2)۔ یہ حکمت ایک فرد کے اندر اُس کا بیانیہ بدلنے، اس کا نظریہ بدلنے، اُسے درست خطوط پر لانے، تہذیبِ نفس کرنے اور شخصی خامیوں کو دور کرنے کے حوالے سے آپؐ نے استعمال کی۔ اَخلاقِ فاضلہ اُس میں پیدا کیے۔ اُس کی بداخلاقیاں نکال کر صحیح صحت مند سوسائٹی کا ایک مفید فرد بنانے کا طریقہ بیان کیا، یعنی وہ حکمتِ عملی، تدبیر اور طریقۂ کار، جس کے ذریعے سے ایک فرد اعلیٰ اَخلاق کا حامل ہو جائے۔

’’حکمت‘‘ کا لفظ اَطِبّا کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے، طبیب کو حکیم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ جسمِ انسانی کے امراض اور اُن کا علاج معالجہ حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ ادویات دے کر، غذا بدل کر، ایکسرسائز وغیرہ کرا کر، ایسی تدبیر سکھاتا ہے، جس سے انسانی جسم صحت مند ہو۔ جیسے ایک ڈاکٹر اور حکیم، ایک فرد اور اُس کے مرض کو ایک کیس سٹڈی سمجھ کر اُس کی تمام چیزوں کا جائزہ لیتا ہے، اس کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر کئی ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھ کر اس کے مرض کا علاج ڈھونڈتا ہے، ایسے ہی روح کی جو خرابی نفس، قلب اور عقل کے تناظر میں ہے، اس کے لیے صوفیا اور اولیا کی ٹیم، ان کی اجتماعیت، جو ایک چھتری تلے ہے، چشتی یا نقشبندی سلسلہ ہو، قادری یا سہروردی سلسلہ، ان کے اجتماعی بورڈ کے نتیجے میں ایک حکمتِ عملی بنتی ہے کہ انسانی اَخلاق کیسے ٹھیک ہوں گے۔

یہی حال ملکی سطح کے ایک نظام کا ہے کہ جو حکمتِ عملی مشاورت کی اَساس پر بنتی ہے کہ تمام حقائق کو اکٹھا کر کے درست طور پر بغیر کسی تعصب کے، میرٹ پر اُس کے اصل امراض جاننے کا طریقۂ کار اختیار کیا جائے، تو اس سے اس کو صحت دینے کی جو حکمتِ عملی وجود میں آئے گی، وہ بہترین طریقہ ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ نے حکمت کے ان تمام طریقوں کو استعمال کیا۔ آپؐ کی احادیث افراد کی شخصی کمزوریوں کو دور کرنے، خاندان کی اجتماعیت میں کارفرما بنیادی عناصر؛ میاں بیوی، بچے، خاندان، رشتہ داری کی ممکنہ اجتماعیتوں کو سامنے رکھ کر درست حکمتِ عملی بھی بتاتی ہیں، اسی طرح جب اجتماع کا دائرہ بڑھتا ہے، قومی سطح آتی ہے تو اس کے حوالے سے بھی رہنمائی کرتی ہیں کہ قومی سطح کی سیاسی حکمتِ عملی کیا ہونی چاہیے؟ معاشی حکمتِ عملی کیا ہونی چاہیے؟ سماجی حکمتِ عملی کیا ہونی چاہیے؟ اسی طرح جب بین الاقوامی معاملات پیش آئے، خیبر کی فتح ہے، قیصر و کسریٰ کو خطوط ہیں، ان کا مقابلہ ہے تو وہ طریقۂ کار بھی نبی اکرمؐ نے سمجھایا اور اُس کے لیے تمام معلومات رسول اللہؐ نے اپنے جاسوسی نظام کے ذریعے سے حاصل کیں۔ حکمت میں یہی تعریف شروع میں بیان کی گئی تھی کہ حقائق کی بنیاد پر جمع کیا ہوا مواد سامنے ہوگا تو پھر ہی آپ کسی معاملے میں صحیح رائے دے پائیں گے‘‘۔

www.rahimia.org

نظام کی تشکیل میں
خلفائے راشدینؓ کی حکمتِ عملی

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’نبی اکرم ﷺ کے بعد حکمتِ عملی یا مشاورت کی اَساس؛ خلافت تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سیاسی، معاشی اور سماجی حکمتِ عملی مشاورت کی بنیاد پر بنائی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی مشہورِ زمانہ تقریر میں صاف فرمایا کہ حکومت، خلافت اور اظہارِ دین بغیر مشورے کے نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر خلافت ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی حکمتِ عملی مشاورت اور شوریٰ کی اَساس پر ہو۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ خلفائے راشدینؓ میں حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور دیگر خلفا کی فضیلت کے دلائل دیتے ہوئے یہی بات بیان کرتے ہیں کہ دین میں دو چیزیں ہیں: ایک ’’تشبُّث لدین اللّٰہ‘‘ (اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنا)، یعنی ایک مسلمان کے اَخلاق، اس کی تربیت، تعلیم، رویے ایمان و یقین، آپ ﷺ کی سوچ اور آپ کے نظریات کے مطابق ہو، اس کا اخلاق و کردار دین کے مطابق ہو۔ پھر اس دین کو دنیا بھر میں پھیلانے اور غلبہ دین کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا ہے۔ کیوں کہ اگر آپ کا عمل آپ تک محدود رہے تو یہ لازمی عمل ہے، متعدی نہیں ہے، اسے آگے پھیلانا ضروری ہے۔ دوسرا بڑا بنیادی عمل ’’نصرۃ الدّین‘‘: دین کی نصرت اور دین کو غالب کرنے کا عمل ہے۔ اب زیادہ سے زیادہ انسانیت کو ایک صحیح عدل و انصاف کے نظریے کے ساتھ جوڑنا، اس کا نظام بنانا، اس کے مطابق سسٹم تشکیل دینا، یہ دوسرا اہم ترین شعبہ ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ کم و بیش صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نبی اکرم ﷺ کی صحبت کی برکت سے تشبثِ دین اور دین کے بنیادی عروۃ الوثقیٰ کی گرفت اور ایمان و یقین اُن کے دل کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ اس لیے تمام صحابہؓ عدل و انصاف، توازنِ شخصی اور اللہ کے ساتھ تعلق کا مظہر ہیں۔ انسان دوستی کا نظریہ صحابہؓ کے دلوں میں گھر کر چکا تھا۔ سب کے سب ’’عدول‘‘ اور انصاف پسند ہیں، لیکن صحابہؓ میں جو درجات اور فضائل اس حوالے سے ہیں کہ کس نے غلبہ دین اور نصرتِ دین کے لیے، اُس کے پھیلاؤ اور نشر و اشاعت کے لیے درست حکمتِ عملی اپنا کر اُسے غالب کیا ہے۔

شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ یہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تمام صحابہؓ سے افضلیت حاصل ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ بیانیہ، وہ خُلق، وہ خداپرستی، انسان دوستی کا ایمانی نظریہ، اس کو دنیا بھر میں غالب کرنے، اس کا سیاسی نظام بنانے، سیاسی چیلنجز کو سمجھ کر ان کا مقابلہ کرنے، اس کا عملی نظام برقرار رکھنے میں نبی اکرمؐ کے بعد سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کردار ادا کیا۔ تیئیس سال نبی اکرمؐ کی حیاتِ مبارکہ میں، اور دو سال آپؐ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی، اس چوتھائی صدی کے زمانے میں آپؓ نے جان بھی اللہ کے راستے میں خرچ کی، مال بھی خرچ کیا، قربانی بھی دی۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ کے مراتب ان کی قربانیوں کے اعتبار سے ہیں‘‘۔

اس دور کے ولی اللّٰہی مجددین
کی اختیار کردہ حکمتِ عملی

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ تک وہ حقیقی مجددین ہیں، جنھوں نے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنے دور کے مسائل کو حل کرنے کی حکمتِ عملی بنائی۔ بنیادی حقائق کے تناظر میں جدید دور کے صنعتی، سیاسی، معاشی، سماجی مسائل فیس کیے اور ان کے حل کا طریقۂ کار وضع کیا۔

خاص طور پر 1922ء کے بعد جب ریاستیں قومی بنیادوں پر بننے لگیں، مذاہب کی اَساس پر حکومتیں ختم ہوگئیں، خلافتِ راشدہ سے لے کر خلافتِ عثمانیہ تک جو تسلسل چلا آرہا تھا، وہ ختم ہوگیا۔ دین اسلام کی اَساس پر مسلمانوں کی کوئی حکومت قائم نہیں رہی۔ جتنی بھی ریاستیں بنیں، وہ شخصی، خاندانی اور علاقائی اور سرمایہ داری نظام کے زیرسایہ تھیں۔ اس دور میں برصغیر پاک و ہند میں انگریز سامراج نے ایسی شخصیات، گروہ، پارٹیاں بنائیں، جو بنیادی طور پر دین سے متصادم تھیں، جنھوں نے قرآن، حدیث اور فقہ کے نام کو عنوان بنا کر سامراجی مادی نظام کے جواز کے فتوے دیے۔ یہ سب دراصل دین کی اُس بنیادی حکمتِ عملی کے منافی ہے، جس کا تعلق تزکیہ و تربیت اور غلبہ دین سے ہے۔

اس کے خلاف اگر کسی نے شعور دیا تو وہ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے اور اُن کے بعد جس نے غلبہ دین کے تناظر میں اس پاکستان کے اندر کردار ادا کیا، وہ مجدد العصر حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ تھے۔ یہ ولی اللّٰہی فکر کا تسلسل ہے، جس کی آج اہم ضرورت ہے، اس فکر کے رہنما وہ شخصیت ہیں، جن کے مجتہد اور مجدد ہونے میں کسی فرقے کا اختلاف نہیں ہے اور وہ ہیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ ہر فرقہ کہتا ہے کہ شاہ صاحب ہمارے ہیں۔ بریلوی کہتے ہیں شاہ ولی اللہ بریلوی تھے، اہل حدیث کہتے ہیں اہل حدیث تھے۔ دیوبندی کہتے ہیں دیوبندی تھے۔ حتیٰ کہ سیاسی آزادی کے تناظر میں جو صلح جُو طبیعت کے لوگ ہیں، وہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے خانوادوں کو یہاں کا حریت پسند خانوادہ سمجھتے ہیں (خامنہ ای کی تقریر اس سلسلے میں موجود ہے)۔

بنیادی بات یہ ہے کہ جس شخصیت کے مجدد ہونے میں دنیا بھر میں کسی کو اختلاف نہیں، اور دورِ زوال سے پہلے اور دورِ عروج کے بعد کے درمیانی عرصے کے دور میں پیدا ہوئے۔ اس کے فکر کو اختیار کرنا ہے؟ یا سامراج کے تسلط کے بعد اُس کے دہلی کالج سے پیدا کیے ہوئے متجدد کو بنیاد بنانا ہے؟ قرآنی حکمتِ عملی کا تقاضا وہ بنیادی علم ہے، جو امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے فکرِ ولی اللّٰہی کی صورت میں بیان کیا اور مرتب کیا، اس کا شعور دیا۔ اس کو پھیلانا، قرآنی حکمت کو پھیلانا اور اس کی اَساس پر کام کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں، وہ سامراج کی طرف جاتے ہیں۔ انسانوں کو غلط راستے پر ڈالنے والے ہیں۔ صحیح، جامع اور درست راستہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا وہ فکر ہے، جو اُن کے خانوادے کے ذریعے سے آج تک تسلسل کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے سمجھنے اور اُس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین!)

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا فضلِ ربی پشاوریؒ

حضرت مولانا فضلِ ربی پشاوریؒ کا شمار بھی ان اکابرین میں ہوتا ہے جنھوں نے وطنِ عزیز کو انگریزوں سے آزادی دلانے کی جدوجہد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا ساتھ دیا۔ مولاناؒ کے والدِ گرامی مولانا محمودؒ بفہ ضلع شنکیاری، ہزارہ میں اپنے دور کے معروف عالم دین تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی اور پھر مزید تعلیم کے حصول کے لیے 1902ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ 1910ء میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران ہی آپؒ کا تعارف حضرت شیخ الہندؒ اور ان کی جماعت کے ساتھ ہوا۔ سیاسی نقطہ نظر سے ہمیشہ حضرت شیخ الہندؒ کے مؤقف کی تائید کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ عملی طور پر ''تحریکِ شیخ الہندؒ'' کے کارکن کے طور پر کام کرتے رہے۔

دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کر کے اپنے آبائی علاقے میں واپس آگئے اور درس وتدریس سے وابستہ ہو گئے۔ ابوالفتح کے نام سے مشہور ہوئے۔ غذر کے مقام پر 1910ء میں حاجی صاحب ترنگزئیؒ نے ایک مکتب کی بنیاد رکھی تھی، موصوفؒ اسی سکول میں ہیڈ ماسٹر تعینات ہوئے اور تدریسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اسی دوران ان کا مستقل رابطہ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ ہوتا رہا۔ تحریک ریشمی رومال کی انگریزی رپورٹ کے مطابق 1914ء میں حضرت شیخ الہندؒ کئی بار مولانا فضلِ ربی کے ہمراہ قبائلی علاقوں میں بھی تشریف لائے اور حریت پسندوں سے ملاقاتیں کیں۔ مولانا موصوفؒ نے حضرت شیخ الہندؒ اور حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے درمیان خطوط کے تبادلے اور رابطوں میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے ہی مولانا سیف الرحمٰنؒ اور مولانا فضل محمودؒ کے ہمراہ یاغستان کے قبائل میں پہنچے اور وہاں اپنی تقاریر اور ملاقاتوں کے ذریعے ہر خاص وعام کو تحریکِ شیخ الہندؒ کا تعارف پیش کیا۔ موصوفؒ کی گفتگو میں کمال کی سحر انگیزی ہونے کی وجہ سے بہت جلد لوگ آپؒ کے گرویدہ ہو گئے اور تحریک میں اپنا کردار ادا کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی قیادت میں ایک اجتماعیت تشکیل دی اور تحریکِ ریشمی رومال میں کردار ادا کیا۔ 1915ء میں انگریزوں کے خلاف حاجی صاحبؒ کی جہادی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش رہے اور انگریز سامراج کو بہت نقصان پہنچایا۔

جون 1916ء میں مولانا فضلِ ربیؒ، مولانا عبدالعزیزؒ کے ہمراہ کابل روانہ ہوئے تاکہ قبائلی علاقوں میں جاری مجاہدینِ آزادی کی سرگرمیوں کے لیے حمایت اور افرادی قوت کے حصول کے لیے راہ ہموار کی جا سکے۔ یہ حضرات اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ بیش تر قبائل کے عمائدین نے حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے ساتھ شانہ بہ شانہ انگریز سرکار کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔

قبائلی علاقوں میں جاری سرگرمیوں کی مکمل رپورٹنگ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو جہاں دیگر ذرائع سے حاصل ہو رہی تھیں، وہیں مولانا موصوفؒ بھی متعدد بار اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کابل گئے اور امامِ انقلابؒ سے رہنمائی حاصل کرتے رہے۔

1916ء میں مولانا موصوفؒ مالی وافرادی قوت کی فراہمی کے حوالے سے ایک مشن کے تحت کابل گئے تو وہاں افغانی سردار نصر اللہ سے بھی ملاقات کی اور تقریباً دو ہفتے قیام کیا۔ اسی دوران واپسی پر دیگر قبائلیوں کے ساتھ بھی مذاکرات ہوئے۔

تحریکِ آزادی میں کردار ادا کرنے کی پاداش میں آپؒ کو بہت زیادہ تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تحریک ریشمی رومال کا راز فاش ہونے کے بعد انگریز سامراج نے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا تو موصوفؒ کے بھائی مولانا فضلِ الٰہی اور ایک عزیز مولانا گل حسن کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان حضرات کو طویل عرصے تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، لیکن تحریک کے راز کو ظاہر نہ کیا۔

کسی طریقے سے کابل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ذہین تو تھے ہی، جس کا اس وقت کی حکومت نے اعتراف کیا اور محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدہ عنایت کیا۔ علمی استعداد اور قابلیت کی بنیاد پر غازی امان اللہ (والیٔ افغانستان) نے 1929ء میں انھیں جاگیر اور انعام واکرام سے بھی نوازا۔ کابل میں رہ کر جمعیت علمائے افغانستان کے ایک ممتاز رُکن کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔

جب امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کابل میں ''حکومتِ مؤقتۂ ہند'' (ہندوستان کی عارضی حکومت) قائم کی تو اس حکومت کے حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے ساتھ مستقل رابطوں کا ایک مربوط نظام تھا۔ یہ رابطے جس پلیٹ فارم سے کیے جاتے تھے، اسے مجاہدین کی ''رابطہ کمیٹی'' کا نام دیا گیا تھا، مولانا موصوفؒ اس رابطہ کمیٹی کے ممبر کے طور پر بھی سرگرم کردار ادا کرتے رہے۔

تحریکِ شیخ الہندؒ کے ''ریشمی خطوط کی ڈائریکٹری'' میں مولانا موصوفؒ کا نام 79ویں نمبر پر درج ہے، جس میں لکھا ہوا ہے کہ: ''جنودِ ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔...... یہی ہے مولوی فضلِ ربی عرف ابوالفتح ولد محمود آف بفہ، تھانہ شنکیاری ضلع ہزارہ...... مولانا شیخ الہندؒ کے مکان پر خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا''۔

مولانا فضلِ ربیؒ خطابت میں انتہائی جوشیلے، جری اور باہمت فرد تھے اور یہی صفات انھوں نے قبائلیوں کو تحریکِ شیخ الہندؒ کے ساتھ جوڑنے میں صَرف کیں، بلکہ تحریکِ آزادی کا اتنا گرویدہ بنا دیا کہ لوگ وطنِ عزیز کی آزادی کے لیے اپنی جان تک دینے کو آمادہ ہو گئے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے بہت سارے شاگردان قبائلی علاقوں میں موجود تھے۔ ان سب سے انفرادی رابطے بھی کیے اور انھیں اس اجتماعی قومی مقصد کے لیے اپنا کردار ادا کرنے پر آمادہ کیا۔ مولانا فضلِ ربیؒ کی زندگی کے آخری ایام کابل ہی میں تدریسی مشاغل میں گزرے۔ ان کی تاریخِ وصال کا علم نہیں ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حریت وآزادی کے ان جاں نثاروں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

www.rahimia.org

رپورٹ: وسیم اعجاز، کراچی

سہ روزہ قومی کتب میلہ
فریئر ہال، کراچی

اُردو سائنس بورڈ لاہور کے زیرِ اہتمام کراچی کے تاریخی اہمیت کے حامل مقام ''فریئر ہال'' میں 12 تا 14 اگست 2024ء (بروز سوموار، منگل، بدھ) تین روزہ نیشنل بک فیئر کا انعقاد ہوا۔ اس تین روزہ کتب میلے میں طلبا و طالبات، علما، وکلا، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور سکالرز سمیت ہزاروں لوگوں نے شرکت کی اور علمی و ادبی کتب میں گہری دلچسپی ظاہر کی۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کی انتظامیہ کی جانب سے اس ایونٹ کو بھرپور طریقے سے سرانجام دینے کے لیے عبدالمجید میمن کو فوکل پرسن نامزد کیا گیا۔

بک فیئر میں رحیمیہ انسٹی ٹیوٹ آف قرآنک سائنسز (ٹرسٹ) لاہور کی جانب سے ''رحیمیہ مطبوعات'' کا سٹال خاص توجہ کا مرکز رہا۔ شرکا نے ''رحیمیہ مطبوعات'' کی کتب کو نہایت پسند کیا اور انھیں خصوصی رعایتی قیمتوں پر خریدنے کا موقع حاصل کیا۔ ''رحیمیہ مطبوعات'' کی کتب میں قرآنی علوم، اسلامی تاریخ، ولی اللّٰہی علوم و افکار، سیاسیات و معاشیات اور دیگر علمی موضوعات پر مبنی کتابیں شامل تھیں، جو شرکا کے لیے خاص توجہ کا باعث بنیں اور انھوں نے نہ صرف اپنی پسندیدہ کتب حاصل کیں، بلکہ علم و تحقیق کے میدان میں ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے کردار کو سراہا۔

کتب میلے کی افتتاحی تقریب کے بعد آرگنائزر اور اُردو سائنس بورڈ کے ڈائریکٹر جناب ضیاء اللہ طورو نے تمام سٹالز کے ذمہ داران کے ساتھ ایک میٹنگ کی جس میں اپنے اپنے ادارے کا تعارف پیش کرنے کا کہا۔ مولانا زوہیب حسین نے ادارہ رحیمیہ اور ''رحیمیہ مطبوعات'' کا تعارف پیش کیا۔ بعدازاں طورو صاحب نے تمام سٹالز کے یکے بعد دیگرے معائنے کے دوران ''رحیمیہ مطبوعات'' کے سٹال کے دورے کے موقع پر اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: ''مجھے رحیمیہ انسٹیٹیوٹ آف قرآنک سائنسز لاہور کے سٹال پر آکر بہت اچھا لگا۔ بہت مفید اور علم سے بھرپور کتب دیکھنے کو ملیں''۔ انھوں نے ادارے کی ترقی کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار بھی کیا۔ رحیمیہ بک سٹال کے منتظمین نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ''رحیمیہ مطبوعات'' کی کچھ کتب بھی انھیں پیش کیں اور اُردو سائنس بورڈ کے علم دوست کردار کو سراہا اور بک فیئر کو مزید وسیع بنیادوں پر منعقد کرنے کی تجویز بھی دی۔ اس موقع پر انجینئر جان محمد گدارو، پروفیسر نعمان باقر، واصف ریاض ایڈووکیٹ، شاہ محمد وسطڑو، حافظ اظہر مسعود اور راقم سمیت دیگر ذمہ داران بھی تقریب میں موجود تھے۔

کتب میلے کے پہلے دن ورکنگ ڈے ہونے کی وجہ سے لوگوں کا رُجحان نسبتاً کم رہا۔ شام کے وقت طلبا نے ''رحیمیہ مطبوعات'' کے سٹال پر موجود کتب میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ ادارہ رحیمیہ کراچی کیمپس سے بک فیئر میں کتب لانے، ''رحیمیہ مطبوعات'' کا سٹال لگانے اور کتابوں کو خاص ترتیب میں رکھنے کے لیے جناب عامر حسین، ایاز محمود، مولانا غلام مصطفیٰ فوز، حافظ عبدالرحمٰن، سلمان خان، کبیر خان، منٹھار علی، کاظم شاہ اور عرفان قریشی نے بھرپور حصہ لیا۔ آفتاب احمد عباسی (مرکزی نائب صدر ادارہ رحیمیہ)، شیخ نثار احمد اور راقم الحروف آنے والے مہمانوں کی رہنمائی کے لیے بک فیئر میں موجود رہے۔ میزان بینک کے جنرل منیجر ایڈمن جناب ریاض احمد متیانہ بطورِ خاص ''رحیمیہ مطبوعات'' کے سٹال پر تشریف لائے۔ ادارے کی علمی و تحقیقی کاوشوں کو سراہا۔ جناب آفتاب احمد عباسی نے انھیں ''رحیمیہ مطبوعات'' کی کتاب ''رُودادِ برصغیر'' بھی پیش کی۔

دوسرے دن جن دوستوں نے سٹال پر ڈیوٹی کے فرائض سرانجام دیے، ان میں: جناب عطاء الرحمٰن، یاسین الیاس، ایاز محمود، نعیم عارف، حمزہ احمد صدیقی اور عبدالوحید میمن شامل تھے۔ تمام دوستوں نے پوری توانائی کے ساتھ کردار ادا کیا۔ ہر آنے والے مہمان کو خوش آمدید کہا اور ادارہ کا تعارُفی بروشر اور ماہنامہ ''رحیمیہ'' کے کچھ شمارے تحفتاً پیش کیے، جس سے اچھا تاثر اُجاگر ہوا۔ کتابوں کو دیکھنے کے بعد اکثریت کی رائے یہی آئی کہ اس قسم کے سنجیدہ موضوعات کو زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ ایک بہتر معاشرہ پروان چڑھ سکے۔

بک فیئر کا تیسرا دن 14 اگست ہونے کی وجہ سے زیادہ گہما گہمی کا دن تھا۔ بک فیئر کے علاوہ فریئر ہال گارڈن میں بھی لوگوں کا رش تھا۔ محمود الرحمٰن، محمد اشرف، محمد اسماعیل، آصف شاہ، شعیب احمد انصاری، محمد شفیع دائیو اور فیضان اسلم صاحبان نے سٹال پر اپنی ذمہ داریوں کو بھرپور طریقے سے نبھایا۔ تیسرے دن کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لیے بک فیئر کے چیف آرگنائزر جناب سیّد سلطان خلیل ''رحیمیہ مطبوعات'' کے اسٹال پر تشریف لائے تو انھوں نے اس بات کو سراہا کہ: ''آپ کے نوجوانوں نے بڑی تن دہی کے ساتھ اس ایونٹ میں بہت منظّم انداز سے حصہ لیا ہے، جو کہ باعثِ حوصلہ افزائی اور مثالی ہے''۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ: ''آپ نے نوجوانوں کو ڈسپلن سکھا دیا ہے''۔ انھوں نے بک فیئر کے حوالے سے آئندہ بھی اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ ''رحیمیہ مطبوعات'' کے منتظمین کی جانب سے انھیں کتاب ''رودادِ برصغیر'' پیش کی، انتہائی علیل ہونے کے باوجود ان کی کاوشیں لائقِ تحسین رہیں۔

ٹرانسفرمیشن انٹرنیشنل سوسائٹی کے بانی چیئرمین ڈاکٹر عمران یوسف (ستارۂ امتیاز) نے اپنے وزٹ کے دوران ''رحیمیہ مطبوعات'' کی کتب کا بہ غور مشاہدہ کیا۔ ادارہ کے منتظمین نے رحیمیہ انسٹیٹیوٹ آف قرآنک سائنسز کا تعارف کرایا اور ادارہ کی طرف سے تعارُفی بروشر، ماہنامہ ''رحیمیہ'' اور ''رودادِ برصغیر'' پیش کی۔ انھوں نے اپنے ادارے کی جانب سے اس کاوش کو سراہا اور شعوری جدوجہد میں کوششوں کی تعریف کی۔

لائبریری کونسل کراچی کے سینئر ممبر جناب عابد رضا بک فیئر کے معائنے کے دوران ''رحیمیہ مطبوعات'' کے سٹال پر تشریف لائے۔ منتظمینِ ''رحیمیہ مطبوعات'' نے ان کو خوش آمدید کہا اور کتاب ''سماجی انصاف اور اجتماعیت'' پیش کی۔ وہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

کافی دیر تک موجود رہے۔ ادارے کے منتظمین کی طرف سے ادارہ رحیمیہ اور خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا تعارف کروایا گیا تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور علمی اور شعوری جدوجہد میں ''رحیمیہ مطبوعات'' کی کاوشوں کو سراہا اور آئندہ بھی ملاقاتوں کی خواہش کا اظہار کیا۔

کتاب میلے میں شام کے وقت مہمانوں کی آمد بڑھ گئی۔ انتظامیہ کی جانب سے اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا تھا کہ اگر کوئی پبلشر اپنی کتابوں کا تعارف پیش کرنا چاہے تو ان کے لیے سٹیج موجود ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ادارہ رحیمیہ کی چنیدہ کتابوں کا تعارف بھی اس میلے میں موجود شرکا کے سامنے رکھا گیا۔

سب سے پہلے مرحلے میں ''آزادی کا تعارف، حقیقت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر راقم الحروف نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ادارہ رحیمیہ کا مکمل تعارف حاضرین کے سامنے رکھا۔ اس کے بعد جناب محمود الرحمٰن نے بھی آزادی کے حوالے سے گفتگو کی۔

دوسرے مرحلے میں جناب لعل محمد گدارو نے ''خطباتِ ملتان'' کتاب کا تعارف پیش کیا۔ جناب آصف لطیف نے ادارہ رحیمیہ کی مطبوعہ کتاب ''سماجی انصاف اور اجتماعیت'' پر گفتگو کی اور کتاب میں سے چنیدہ اقتباسات پیش کیے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی کتاب ''سیرتِ رسول ﷺ'' کی اہمیت اور افادیت پر جناب فیضان احمد نے روشنی ڈالی۔ ''رودادِ برصغیر'' پر جناب عبدالمجید میمن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس مرحلے کا فائدہ یہ ہوا کہ کتابوں کا تعارف شرکا کے سامنے واضح ہوا۔ دیگر کتب خانوں اور پبلشرز نے اس اقدام کو سراہا۔

تیسرے مرحلے میں 14/ اگست کی مناسبت سے سوال و جواب کا ایک سیشن رکھا گیا۔ جناب اسد اقبال نے اس سیشن کی ہوسٹنگ کی ذمہ داری نبھائی۔ اس سیشن میں راقم نے ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ جن بنیادی سوالات پر انٹرویو ہوا وہ یہ تھے: آزادی کا درست تعارف کیا ہے؟ اس سے کس قسم کی آزادی مراد ہے؟ قوموں کی آزادی کا حقیقی مفہوم کیا ہوتا ہے؟ پاکستان کی تاریخ میں آزادی کے لیے ہونے والی جدوجہد پر روشنی ڈالیں؟ پاکستان کے موجودہ سیاسی اور معاشی حالات کو کیسے بہتر کیا جاسکتا ہے؟ آج 76 سال گزرنے کے باوجود بھی آزادی کے ثمرات کیوں حاصل نہیں ہو رہے؟ اقوام کی ترقی میں کیا کتاب بینی کی بھی کوئی حیثیت ہے؟ بہ حیثیتِ مسلمان ہمیں اُسوۂ حسنہ ﷺ سے کیا رہنمائی ملتی ہے؟

بک فیئر کے منتظمین نے اس ایونٹ کو عوامی سطح پر علمی وِرثے کی فروغ کے حوالے سے ایک بڑی کامیابی قرار دیا۔ یوں تین روز تک جاری رہنے والے اس قومی ایونٹ کا اختتام 14/ اگست کی رات 10 بجے ہوا۔ اس میں ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ سے منسلک دوستوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ ایک ٹیم کے طور پر سرانجام دیا۔ اکابرِ حق کے فکر کے فروغ کے لیے دوستوں کی کاوشوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین!)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایک بینک کریڈٹ کارڈ پر 1 ماہ کے لیے 3 لاکھ روپے قرض دیتا ہے۔ اگر رقم بروقت واپس کردی جائے تو اس پر سالانہ یا ماہانہ کوئی چارجز وصول نہیں کیے جاتے۔ یہ قرض کیش کی صورت میں نہیں، بلکہ کسی فرم سے کوئی چیز خریداری پر ملتا ہے، البتہ اگر اس کارڈ پر خریداری کی جائے تو اس صورت میں بینک 2% چارجز وصول کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بینک آپ کو کیش نہیں دے گا، بلکہ آپ کو شاپنگ کے لیے کریڈٹ ملے گا، لیکن اب لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جن کے پاس کریڈٹ مشین ہوتی ہے، تو ان کو 0.5% یا 1% زیادہ دے کر کیش لے لیتے ہیں۔ اس طرح 1 ماہ بینک کی رقم استعمال کرتے ہیں اور آخری تاریخ کو بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا بینک کے ساتھ اس طرح کا لین دین کرنا جائز ہے؟ سائل: بلال اصغر جھنگ

جواب کریڈٹ کارڈ بھی دراصل سرمایہ دارانہ نظام کا ہی ایک شاخسانہ ہے جس کا بنیادی مقصد لوگوں کی ضروریات و حاجات پوری کرنا نہیں، بلکہ اس کے نام پر اپنے استحصال کا فروغ اور سود کی وصولی ہے، واضح رہے کہ: (1) یہ قرض ہے اور قرض پر کسی بھی صورت میں اضافے کی شرط اسے سودی معاملہ بنا دیتا ہے۔ (2) اضطراری حالت کے ساتھ کریڈٹ کارڈ کا مشروط استعمال ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔ (3) اگر قرضہ منہا کرنے کا انتظام نہ ہو تو یہ احتیاط ضروری ہے۔ کریڈٹ کارڈ سے خرید کردہ اشیا کے جاری کردہ بلوں کی قیمت مقررہ مدت کے اندر ادا کردی جائے، تاکہ ان پر سود لاگو نہ ہو سکے کہ سود کا ادا کرنا حرام ہے۔ (4) عقود میں غیر شرعی شرط شرعاً باطل اور لغو شمار ہوتی ہے، لہٰذا سود لاگو ہونے سے پہلے تک معاملہ باطل نہیں ہوگا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بقیہ: عباسی خلافت کے دسویں خلیفہ؛ متوکل علی اللہ

اس پر منتصر اپنے باپ کا دشمن ہوگیا اور چند ترک سپہ سالاروں کو ساتھ ملا کر باپ کو محل سرائے میں قتل کرا دیا اور خود حکمران بن بیٹھا۔ متوکل کے قتل ہونے کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ متوکل نے جواب دیا کہ میں نے جو احیائے سنت کا کام کیا، اس کے صلے میں خدا نے مجھے بخش دیا۔

بقیہ: زرعی انقلاب یا۔۔

الغرض! اس ملک میں ہونے والا ہر اچھا کام اور مثبت پیش رفت حکومتی اقدامات کی وجہ سے ہے اور منفی کام یا تو اپوزیشن کا کیا دھرا ہے یا عالمی حالات اور آخر میں خدا تو ہے ہی۔ ان مسخروں سے کچھ بن پائے، یہ ممکن نہیں اور یہ اس پر شرمندہ ہوں اور چپ رہیں، یہ بھی ہو نہیں سکتا۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔